 

23-01-2017

حُبِّ عاجل

مفتی منیب الرحمٰن

انسان کی فطرت میں عجلت ہے اور نفع عاجل کا حصول ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''انسان جس طرح بھلائی کے جلد حصول کی دعا کرتا ہے،اسی طرح برائی کی (بھی) دعا کرتا ہے اور انسان بہت جلد باز ہے،(بنی اسرائیل:11)''۔ برائی کے لیے دعا کرنے کے معنی ہیں:''کسی کو ضرر اور نقصان پہنچنے کی دعا کرنا''۔وہ آخرت تک انتظار کرنے کا روادار نہیں ہے، بلکہ آخرت پر ایمان ہی نہیں رکھتا یا ایمان رکھتا ہے تو اثرات اس پر مرتب نہیں ہوتے۔انسان ایک بالاتر ہستی کے طور پر تو کسی درجے میں خدا کے وجود کو ماننے کے لیے تیار ہو جاتا ہے لیکن اس خالق و مالک کے احکام کو اپنی انفرادی و اجتماعی زندگیوں پر نافذ کرنے کے لیے تیار نہیں ہے،یعنی ایک فعال اور ہر آن مؤثر بالذات رب کو ماننے پر آمادہ نہیں ہے۔آج کا انسان اپنے خیر و شر کا فیصلہ اپنی اجتماعی دانش سے کرنا چاہتا ہے۔اسی طرح آج کا انسان بھی ماضی کے انسان کی طرح حیات بعد الموت کا قائل نہیں ہے،اگر ہے بھی تو عملی رویہ منکرینِ آخرت جیسا ہے۔ہمارے ہاں جو لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے،ظلم و عدوان کا دور دورہ ہے،مظلوم لوگ اپنے حقوق اور انصاف کے لیے ترس رہے ہیں،صرف اسی نظام کو چلانے والے ہی نہیں،دیگر بالادست طبقات کا شعار بھی یہی ہے،یہاں چند مُستثنیات کے سوا دیانت و امانت کا پیکر وہی ہے جس کے پاس کوئی اختیار ہے۔ہر ایک کے نزدیک جائز و ناجائز کے اپنے اپنے معیارات و میزان ہیں،جس پر وہ خود کو سرخرو اور دوسروں کو خوار و زبوں قرار دیتے ہیں ۔ان تمام عوارض کا سبب اِسی دنیا کی عشرتوں کو اپنی منزل مراد بنالینا اور آخرت پر یقین و ایمان کی کمزوری ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(1)''اور انہوں نے کہا:ہماری زندگی صرف اسی دنیا کی ہے اور ہم (مرنے کے بعد) نہیں اٹھائے جائیں گے،(انعام:29)''۔(2)''اور اگر آپ ان سے کہیں کہ تم یقیناً موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے،تو کافر یہ ضرور کہیں گے،یہ صرف کھلا جادو ہے،(ہود:7)''۔موجودہ دور سمیت انسانی تاریخ کے ہر دور میں ایسے لوگ رہے ہیں جو موت کو فنائے کُلّی اور حیات بعد الموت کو ناممکن تصور کرتے ہیں،اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(1)''اور وہ ہمارے لیے مثال بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا،کہنے لگا:جب یہ ہڈیاں بوسیدہ ہو کر گل جائیں تو ان کو کون زندہ کرے گا؟،کہہ دیجیے!ان کو وہی زندہ فرمائے گا،جس نے ان کو پہلی بار پیدا فرمایا تھا اور وہ ہر طرح کی پیدائش کو خوب جاننے والا ہے،(یٰسین:79-78)''۔(2)''اور انہوں نے کہا:کیا جب ہم (مرکر) ہڈیاں ہو جائیں گے اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے،تو پھر کیا ہمیں

نئی خلقت کی صورت میں اٹھایا جائے گا، آپ کہیے: تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے خیال میں بڑی (سخت) ہو (تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا)، تو عنقریب وہ کہیں گے: ہم کو دوبارہ کون پیدا کرے گا، کہہ دیجیے: وہی (خالق) جس نے تم کو پہلی بار پیدا فرمایا تھا، (بنی اسرائیل:51-50)''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیائے کرام کے حوالے سے حیات بعد الموت کی مثالیں بیان فرمائیں تا کہ بندوں کے ذہن میں موت کے بعد زندہ کر کے اٹھائے جانے کے بارے میں کوئی تشکیک یا تردُّد ہو، تو وہ زائل ہو جائے، ارشاد فرمایا:

''یا جیسے وہ شخص جس کا گزر ایک بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی، اس نے (تعجب سے) کہا: اللہ اس بستی والوں کو ان کے مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟، تو اللہ نے سو برس تک اس پر موت طاری کر دی، پھر اسے زندہ کر کے اٹھایا۔ فرمایا: تم کتنی مدت اس حال میں رہے؟، کہا: پورا دن یا اس کا کچھ حصہ رہا ہوں، فرمایا: بلکہ تم ایک سو سال تک ٹھہرے رہے، اب تم اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کو دیکھو جواب تک بدبودار نہیں ہوئیں اور اپنے گدھے کو دیکھو تا کہ ہم تجھے لوگوں کے لیے اپنی قدرت کی نشانی بنائیں اور ان ہڈیوں کو دیکھو، ہم کیسے ان کو ملا کر جوڑتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، پھر جب ان پر (حیات بعد الموت) کی حقیقت واضح ہو گئی تو کہا: میں یقین کرتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، (البقرہ:259)''۔

مفسرین کرام نے فرمایا کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے جس بندے کو حیات بعد الموت کے بارے میں عملی حقیقت کا مشاہدہ کرایا، وہ عزیر علیہ السلام تھے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اس تجربے سے گزرے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور یاد کیجیے! جب ابراہیم نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ فرمائے گا؟، فرمایا: کیا آپ کو یقین نہیں؟، کہا: کیوں نہیں (ضرور ہے)، لیکن تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے، فرمایا: تو چار پرندے لیں، پھر ان کو خود سے مانوس کر لیں، پھر (ان کو ذبح کر کے) ان کے جسم کا ایک ایک حصہ ہر پہاڑ پر رکھ دیں، پھر انہیں بلائیں، وہ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس چلے آئیں گے اور یقین رکھو! اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے، (البقرہ:260)''۔

اللہ تعالیٰ نے حیات بعد الموت کے بارے میں یقین راسخ کرنے کے لیے اپنی شانِ جلالت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''اور وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے اور گردش لیل و نہار بھی اسی کے اختیار میں ہے، تو کیا تم سمجھتے نہیں ہو، بلکہ انہوں نے وہی کہا جو پہلے لوگ کہہ چکے ہیں، انہوں نے کہا: بھلا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے، تو کیا ہم ضرور (زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے، بے شک ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے بھی اس سے پہلے ایسا ہی وعدہ کیا گیا تھا، یہ تو محض پہلے لوگوں کی افسانوی باتیں ہیں، آپ کہہ دیجیے! یہ زمین اور اس میں جو لوگ ہیں، کس کی ملکیت ہے، اگر تم جانتے ہو، عنقریب وہ کہیں گے: (سب کچھ) اللہ کا ہے، کہیے: کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے، آپ پوچھیے! سات آسمانوں اور عرشِ عظیم کا مالک کون ہے؟ عنقریب وہ کہیں گے: اللہ ہی (سب کا) رب ہے، کہیے! پھر تم ڈرتے کیوں نہیں ہو، آپ کہیے! ہر چیز کی بادشاہت کس کے ہاتھ میں ہے، وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا، اگر تم جانتے ہو، عنقریب وہ کہیں گے: (یہ سب کچھ) اللہ کا ہے، پھر کہاں سے تم پر جادو کیا گیا ہے، بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے ہیں اور بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں، اللہ نے (اپنی) کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ اس کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے

،ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو لے کر الگ چلا جاتا اور ان میں سے ہر ایک دوسرے پر چڑھائی کر دیتا، تو اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ اُس کی بابت بیان کرتے ہیں، وہ ہر باطن اور ظاہر کا جاننے والا ہے، تو وہ ہر اس چیز سے برتر ہے، جسے وہ (اس کا) شریک ٹھہراتے ہیں، (المؤمنون:92-80)''۔

انسان جاہ واقتدار اور دولت پر بڑا ناز کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ اُس کے لیے قاضیُ الحاجات بھی ہے اور دافعُ البلیّات بھی ہے اور دولت عطا کرنے والے مُنعِمِ حقیقی کو فراموش کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اس خوش فہمی کا انجام تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا، فرمایا:

(1)''جو کوئی (صرف) دنیا کا طلب گار بنتا ہے، (ان میں سے) ہم جس کے لیے چاہیں، جتنا چاہیں، اسی دنیا میں جلد دے دیتے ہیں، پھر اس کے لیے ہم نے جہنم بنادی ہے، جس میں وہ ملامت سنتا ہوا دھتکارا ہوا داخل ہوگا اور جو آخرت کا طلب گار ہو اور اس کے لیے شایانِ شان کوشش (بھی) کی اور مومن (بھی) ہے، تو (درحقیقت) انہی لوگوں کی کوشش (اللہ کی بارگاہ میں) مقبول ہوگی، (بنی اسرائیل:19-18)''۔اِسی طرح جب قیامت میں ہر ایک کا نامۂ اعمال اُس کے ہاتھ میں تھما دیا جائے گا تو سب حقیقت آشکار ہو جائے گی، پھر پچھتائے گا، مگر یہ پچھتاوا بعد از وقت ہوگا، فرمایا:

''اور جسے اس کا صحیفۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ (فخر سے) کہے گا: لو میرا نامۂ اعمال پڑھو، مجھے تو یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پانے والا ہوں، سو وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا، بلند و بالا جنت میں، جس کے پھلوں کے خوشے جھکے ہوئے ہوں گے، (ان سے کہا جائے گا:) مزے سے کھاؤ اور پیو، ان نیک کاموں کے عوض جو تم نے گزشتہ ایام میں کیے اور رہا وہ شخص جس کا صحیفۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں تھما دیا جائے گا، سو وہ کہے گا: کاش! میرا نامۂ اعمال مجھے نہ دیا گیا ہوتا اور مجھے (سرے سے) معلوم ہی نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے، کاش! وہی (موت) میرا قصہ تمام کر دیتی، (آج) میرا مال میرے کسی کام نہ آیا، میرا اقتدار جاتا رہا، (الحاقہ:29-19)''۔

اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کی جانب بھی متوجہ فرمایا کہ محض دنیا جن کا مَدّعا و مقصود ہے، اُن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور جن کا آخرت پر ایمان ہے، اُن کے لیے دنیا اور آخرت دونوں کی فلاح ہے، فرمایا:

(1)''جو (صرف) آخرت کی کھیتی چاہے، ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیتے ہیں اور جو کوئی دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرے، ہم اسے اس میں سے کچھ عطا کر دیتے ہیں اور اس کے لیے آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے، (الشوریٰ:20)''۔

(2)''ہرگز نہیں! بلکہ تم جلدی ملنے والی چیز سے محبت کرتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو، (القیامہ:21-20)''۔

(3)''اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا (ہی) میں (سب کچھ) دے دے اور اُن کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور اُن میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے اُن کی کمائی سے حصہ ہے، (البقرہ:02-200)''۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:''دنیا ہاتھ میں رکھنی جائز، جیب میں رکھنی جائز، کسی اچھی نیت سے اس کو جمع رکھنا جائز، باقی قلب میں رکھنا جائز نہیں (کہ دل سے بھی محبوب سمجھنے لگے) دروازہ پر اس کا کھڑا ہونا جائز، باقی دروازہ سے آگے گھسنا نہ جائز ہے، نہ تیرے لیے عزت ہے، (فیوض یزدانی، مجلس:51، ص:363)

(روزنامہ دنیا،23 جنوری 2017ء)